’’ہے جمالو‘‘ سے ’’ہے جمالی‘‘ تک

قومی انتخابات سے وزیراعظم کے انتخاب تک کا مرحلہ طے ہوا۔ ایک مہینے کی سیاسی رسہ کشی اور کھینچا تانی کے نتیجے میں مسلم لیگ (ق) کے میر ظفر اللہ جمالی وزیراعظم منتخب ہوگئے۔ ابھی اقتدار کا کھیل جاری رہے گا۔ معلق پارلیمنٹ اور بے اختیار وزیراعظم کیا گل کھلائیں گے اور کیا رنگ دکھائیں گے؟ یہ سب کچھ ابھی ہونا باقی ہے۔ اختیارات کا ڈنڈا اور طاقت کا منبع صدرِ مملکت کے پاس ہے۔ انہوں نے آئین کے تحت نہیں بلکہ پی سی او کے تحت صدارت کا حلف اٹھایا اور خود بخود پانچ سال کے لیے پاکستان کے صدر منتخب ہوگئے۔ جبکہ آئین کے تحت صدر مملکت کو پارلیمنٹ کا اعتماد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ موجودہ صورتِ حال میں متحدہ مجلس عمل کے ارکان، پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن) اور بعض آزاد ارکان جنرل پرویز مشرف کو صدر تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مجلس عمل کے رہنما مولانا فضل الرحمٰن نے واضح طور پر کہا ہے کہ ہم باوردی صدر قبول نہیں کریں گے۔ صدر مملکت وردی اتارنے کے لیے تیار نہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ میں نے وعدہ پورا کیا، عہد نبھایا اور چیف ایگزیکٹو کے اختیارات وزیراعظم کو سونپ دیئے ہیں۔ اللہ جانے وہ کونسے اختیارات ہیں جو وزیراعظم کو سونپے گئے ہیں؟ اپوزیشن کو تو معلوم ہے ہی، وزیراعظم کو بھی چند روز میں معلوم ہو جائے گا۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں ذوالفقار علی بھٹو ایک قومی لیڈر کی حیثیت سے اُبھرے، سیلاب کی طرح پھیلے اور طوفان کی طرح سیاسی اُفق پر چھا گئے۔ اُن کے جلسوں اور جلوسوں میں عوام کا ایک ہجوم بے کراں ہوتا، پیپلز پارٹی کے نوجوان ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے، لڈی ڈالتے اور بیک زبان نعرہ زن ہوتے ’’بھٹو آ گیا میدان میں...... ’’ہے جمالو‘‘...... یہ ہے جمالو آج تک معمہ بنی ہوئی ہے۔ بھٹو، شیخ مجیب الرحمٰن کو بائی پاس کر کے چند جرنیلوں کے سہارے اقتدار پر قابض ہوئے اور ملک کے صدر بن گئے۔ کچھ عرصہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی رہے۔ اور پھر وزیراعظم بن گئے۔ پھر جرنیلوں ہی کے صیدِ زبوں کا شکار ہوئے اور تختِ اقتدار سے معزول کر کے تختۂ دار پر لٹکا دیئے گئے۔ مگر ’’ہے جمالو‘‘ کا سراغ آج تک نہ ملا۔ ۱۹۷۷ء سے ۲۰۰۲ء تک پاکستان کی فوجی اور سیاسی حکومتوں نے جو کچھ کیا، مجموعی طور پر وطنِ عزیز کو اس کا نقصان پہنچا۔ جنرل ضیاء، بھٹو کی بیٹی اور نواز شریف کے عہد میں ملک عدم استحکام کا شکار ہی ہوا۔ جنرل ضیاء نے غیر جماعتی اسمبلی بنا کر قوم